

میں، اپنی جگہ سے نہ ہٹاؤں  
مگر نہ روکیاؤں نہ روکیاؤں

# اعلیٰ حضرتؑ کا قلمی جہاد



عبدالحق صاحب  
پروفیسر، جامعہ اسلامیہ

پیشکش

مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی

مبسملاً ومحمدلاً ومصلبلاً ومسلماً على امام الانبياء والمرسلين

وعلى آله الطيبين واصحابه الطاهرين وعلى اولياء اُمتہ الکاملين وعلماء ملتہ الراسخين

**امابعد!** قیامت میں شہداء کا خون اور علماء کی سیاہی تولے جائیں گے تو علماء کی کتابوں کی لکھی ہوئی سیاہی غلبہ پا جائے گی۔ ان خوش بخت علماء کرام میں اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، شیخ الاسلام و المسلمین امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی شخصیت بھی ہے جو اپنے ہم جمولیوں سے نمایاں ہوں گے اس لئے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور میں اپنے ہم جمولیوں میں سب سے زیادہ کتابیں تحریر فرمائیں طرفہ یہ کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضخیم تصانیف کا تو کیا کہنا چھوٹے چھوٹے رسائل بھی ایسے ابحار بے مثل ذخار ہیں کہ ہمارے جیسوں کی بڑی تصانیف ان کے ایک رسالہ کے سامنے دریا بے کنار کا ایک قطرہ۔ فقیر نے اس دعویٰ کی دلیل میں رسالہ ”اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قلمی جہاد“ پیش کیا ہے کہ **الحمد لله اہل علم نے اسے خوب سراہا۔**



الفقیر القاوری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۲۳ محرم ۱۴۲۳ھ

مبسملاً ومحمدلاً ومصلبلاً ومسلماً على امام الانبياء والمرسلين

وعلى آله الطيبين واصحابه الطاهرين وعلى اولياء اُمتہ الکاملين وعلماء ملتہ الراسخين

**امابعد!** قیامت میں شہداء کا خون اور علماء کی سیاہی تولے جائیں گے تو علماء کی کتابوں کی لکھی ہوئی سیاہی غلبہ پا جائے گی۔ ان خوش بخت علماء کرام میں اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، شیخ الاسلام و المسلمین امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی شخصیت بھی ہے جو اپنے ہم جمولیوں سے نمایاں ہوں گے اس لئے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور میں اپنے ہم جمولیوں میں سب سے زیادہ کتابیں تحریر فرمائیں طرفہ یہ کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضخیم تصانیف کا تو کیا کہنا چھوٹے چھوٹے رسائل بھی ایسے ابحار بے مثل و خار ہیں کہ ہمارے جیسوں کی بڑی تصانیف ان کے ایک رسالہ کے سامنے دریا بے کنار کا ایک قطرہ۔ فقیر نے اس دعویٰ کی دلیل میں رسالہ ”اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قلمی جہاد“ پیش کیا ہے کہ **الحمد لله اہل علم نے اسے خوب سراہا۔**



الفقیر القاوری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۲۳ محرم ۱۴۲۳ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلی ونسلم علیٰ حبیہ الکریم

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اپنی زندگی کی غرض خود بتائی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان فرمادیا کہ مجھے تین کاموں سے دلچسپی ہے اور ان کی لگن مجھے عطا کی گئی ہے۔

(1) تحفظ ناموس رسالت سید المرسلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت کرنا۔

(2) اس کے علاوہ دیگر بدعتوں کی منہ کنی جو دین کے دعوے دار ہیں حالانکہ مفسد ہیں۔

(3) حسب استطاعت اور واضح مذہب خفی کے مطابق فتویٰ نویسی۔

(الاجازة الرضویہ المکة البهیة ۳۸۰۳ قاسی)

اپنی عظیم تصانیف میں بھی یہی فرمایا کہ فقیر کے سپرد ناموس رسالت ﷺ کا تحفظ اور خدمت فقہ کی گئی جس کو یہ حسب استطاعت انجام دے رہا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان گستاخان بارگاہ رسالت و ہابیوں اور دیوبندیوں وغیرہ کے عقائد باطلہ کے رد میں دو سو سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ (الدولۃ المکیہ، صفحہ ۱۶۹)

اخلاقی مسائل میں عقائد حقہ اہلسنت کو ثابت کرنے کے لئے اور عقائد باطلہ کے رد کے لئے قرآن کریم، احادیث نبویہ اور فقراء و علماء و صلحاء سے دلائل کے انبار لگا دیئے بعض مسائل پر دو سو سے زائد دلیلیں پیش کیں کہ دھمن دین کے فرار کے تمام راستے بند کر دیئے۔ امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان بے ادب و ہابیوں اور دیوبندیوں کے بے ادبی کے قلعوں اور مرکوزوں پر قرآن وحدیث اور اقوال فقہائے کرام سے عظیم مصطفیٰ ﷺ کے تیر برسائے کہ ان بے ادبوں کے قلعوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی ان کے فرار کے تمام راستے بند کر دیئے پھر ان کے تمام اقوال باطلہ اور عقائد ضالہ کی دھجیاں اڑا دیں۔ فرقہ ہائے باطلہ بالعموم اور وہابی دیوبندی سب ہی کو امام اہلسنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا رائیگاں کر دیا تھا کہ بچہ بچہ پہچان گیا تھا کہ یہ تمام باطل پرست اور گمراہ عقیدے والے اور تمام وہابی اور دیوبندی توحید و رسالت کی توہین کرنے والے ہیں۔ اللہ عزوجل اور اس کے رسول معظم حضور سرور کائنات **ارواحنا فداه** ﷺ کی جناب میں بدترین بے ادبی اور گستاخی کرنے والے ہیں۔

عظیم الہی اور عظیم مصطفیٰ ﷺ پر دلائل کا انبار لگاتے ہوئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قدم بڑھایا اور دھمن دین کو لاکاراکہ کلک رہا ہے منجر خونخوار برق بار اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں



آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت جرأت و بہادری سے ناموس رسالت کے دشمنوں پر واضح کر دیا کہ اُن کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔ بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں گستاخیاں کرنے والوں کو اُن کے کبیر کو دار تک پہنچایا جائے گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حق پرستوں کو آواز دی

دشمنوں کی کیا عزت کچھ

دشمن احمد پہ شدت کچھ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جہاد میں قلم مبارک کے وہ جوہر دکھائے اور اعدائے اسلام پر ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ ممکن نہ ہو سکتی۔

اہل علم کو خوب معلوم ہے کہ دشمنان اسلام جس مسئلہ پر ایڑی چوٹی کا زور لگا کر سمجھے کہ یہ ایک ایسا مضبوط قلعہ ہے آسانی سے کوئی بھی اس کو نہ گرا سکے گا۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے قلم نے اُس کی ایسی دجیاں بکھیریں کہ دشمن کا وہ مضبوط قلعہ ریت کی طرح بہہ گیا پھر ہمیشہ تک اُس کا نام و نشان بھی نہ رہا۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے اس جہاد پر کمر بستگی سے پہلے رافضیہ اور خارجیت مسلمہ عقائد کا وجود خطرات میں ڈالے ہوئے ہیں کہ صفحہ مصطفویٰ ﷺ کے جذبہ لاہوتی کو ختم کرنے کے لئے نجد کے صحراؤں سے ایک آندھی اٹھتی ہے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تائید ہوتی ہے اور بہت سے سادہ لوح مسلمان توحید پرستی کے ذمہ میں رسول کو فراموش کر بیٹھتے ہیں جو کہ ایمان کی اساس ہے۔ مسلم زعماء دھڑا دھڑا ایسی تصانیف پیش کر رہے ہیں جن سے جہاد کی مذمت اور انگریز کی اطاعت کی تعلیم ملتی ہے۔ انگریزی سامراج کے سائے میں پرورش پانے والا ہندو مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنانے کے لئے فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑکا رہا ہے۔ وطن پرستی کے نام پر ہندو مسلم علماء کے ایک طبقے کو شیشے میں اتار کر ہندو مسلم سکھ بھائی بھائی کا نعرہ لگا کر دو قوی نظریہ اسلام کی دجیاں بکھیرنے پر تلا ہوا ہے۔ مسلم زعماء کی اسلامی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ خلافت کی تحریک چلاتے ہیں تو بڑے صغیر کے سب سے بڑے اسلام دشمن مسٹر گاندھی کو منبر و محراب کی زینت بنانے لگتے ہیں۔ مصلحت کے اسیر ان مسلمانوں کو سبھاش چندر بوس اور ٹیل میں بھی عظیم اسلاف کی جھلکیاں نظر آتی ہیں مسلم تہذیبی اداروں میں ہندو سیاست کا مرکز بنایا جا رہا ہے۔ اصلاح عقائد کے نام پر حضور نبی کریم ﷺ کی شخصیت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کردار اور لامتناہی علم (اللہ کا عطاء کیا ہوا) کو چیلنج کیا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ امکان کذب باری کے سلسلہ میں خدا کی ذات بھی احتساب سے بالاتر نظر نہیں آتی یہ دور ٹخن بھی ہے اور بے فتن بھی۔ تحریک ترک موالات کے نام پر پہلے سے پسماندہ مسلمان کے گھر لٹوائے جا رہے ہیں، مسائل بے شمار ہیں مگر اتنے مصلحین ایک ہی

وقت میں کس طرح دستیاب ہو سکتے ہیں۔

اہل ایمان روشنی کی کرن کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ ۱۰ شوال المکرم ۱۴۲۲ھ کو حضرت مولانا تقی علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر جنم لینے والے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت میں پر صغیر کے مسلمانوں کو وہ شخصیت عطا ہوتی ہے جو گفتار کے غازی اور کردار کی وحشی ہے۔ جس کی زبان حبیب رسول ﷺ کی فیض تر جہان بن چکی ہے اس دانائے راز کی نظر مسلمانوں کی سیاسی اخلاقی اور تہذیبی اتری کے ساتھ ساتھ اسلام دشمن تحریکات پر بھی پڑتی ہے۔ اس کے ارادوں میں سنگ خارا کی نختی اور سمندروں کی فراخی ہے اس کا حوصلہ پہاڑوں سے سر بلند اور فہم انسانی کی وسعتوں سے ماورا ہے۔ اسے احساس ہے کہ اسے جو بھی جنگ لڑنی ہے اسے ایک ہی وقت میں کئی دشمنوں سے جنگ کرنی ہے وہ مدالعت کا ہی نہیں بلکہ نفیم کی صفوں پر آگے بڑھ کر حملہ کرنے کے انداز بھی جانتا ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامیان پر صغیر کے دلوں میں جھانک کر دیکھا تو انہیں یہ دل عشق مصطفوی ﷺ کی حرارت سے محروم نظر آئے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک عشق رسول ﷺ وہ مرکب محو ہے جس کے گرد روح ارضی طواف کرتی ہے۔ اُمید حضور کے دلوں کو عقیدت رسول ﷺ کی تپش سے آشنا کرنے کے لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تمام فکری، نظری، علمی، روحانی، قلبی اور ادبی و شعری صلاحیتوں سے کام لیا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجا طور پر سمجھتے تھے کہ جب تک اُمید اسلام عشق رسول ﷺ کو اپنا حاضر راہ نہیں بنائے گی اُس وقت تک منزل آشنا نہیں ہو سکے گی۔ عشق مصطفوی ﷺ کی ہمیں ضلوعن کرتے ہوئے جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماحول پر ایک نظر ڈالی تو ایسی کتب کثیر تعداد میں نظر آئیں جن میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی تنقیص اور گستاخی کے پہلو غالب تھے اس پر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل تڑپ اٹھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کتب کے مصنفین کی توجہ کفریہ عبارات کی طرف مبذول کرانی تو بجائے اس کے کہ یہ حضرات بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں معذرت طلب ہوتے انہوں نے اسے اُنا کا مسئلہ بنالیا اور اپنی گستاخانہ عبارات کی حمایت میں کتب پیش کرنے لگے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قلم حرکت میں آیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجاہدانہ شان کے ساتھ میدان میں اترے ایک ہاتھ میں قرآن اور ایک ہاتھ میں حدیث، سر پر نصرتِ الہی کا سایہ اور مردانِ الہی کا دور سابق میں یہی حال رہا ہے۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں

(۱) نام ابو اسحاق اسفرائینی کو معلوم ہوا کہ بدعات ہو رہی ہیں پہاڑوں پر تشریف لے گئے اُن علماء کے پاس جو مجاہدات میں مصروف تھے۔ انہیں فرمایا کہ سوکھی گھاس کھانے والو! تم یہاں ہو اور اُمید مصطفیٰ ﷺ قتلوں میں ہے۔ انہوں نے



جواب دیا کہ امام یہ آپ ہی کا کام ہے ہم سے ہو نہیں سکتا۔ امام وہاں سے واپس آئے اور بندہ ہوں کے رد میں نہریں بہائیں۔ (المفتیؒ، جلد ۱، صفحہ ۸)

(2) امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی۔ اُن کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہے؟ فرمایا جنت عطا کی گئی نہ علم کے سبب بلکہ حضور ﷺ کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کہتے کو داعی کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیے سے ہوشیار کرتا ہے مانیں نہ مانیں یہ اُن کا کام۔ فرمایا کہ بھونکے جاؤ بس اس قدر نسبت کافی ہے۔ لاکھ ریاضیں لاکھ مجاہدے اس نسبت پر قربان جس کو یہ نسبت حاصل ہے اُس کو کسی مجاہدے کی ضرورت نہیں اور اسی میں کیا ریاضت تھوڑی ہے جو شخص عزت نشین ہو گیا نہ اُس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے نہ اُس کی آنکھوں کو نہ اُس کے کانوں کو۔ اُس سے کہئے جس نے اوکھلی میں سر دیا ہے اور چاروں طرف سے موئل کی مار پڑ رہی ہے۔ (المفتیؒ، جلد ۳، صفحہ ۳۸)

**امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ**

اب آپ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شب و روز کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ انہوں نے کتنا عظیم مجاہدہ کیا ہے۔ پوری زندگی خدمتِ دین اور پیارے مصطفیٰ ﷺ کی بھولی بھالی، بھیڑوں کو ہوشیار کرنے اور ہر تانا دین کی گالیاں سننے میں بسر کی ہے جس کا نقشہ اس سے پہلے والے عنوان میں پیش کر چکا ہوں اور یہ سلسلہ بعد وصال بھی جاری ہے۔ ایک طرف اُن کی تصانیف سے حفاظتِ دین و مسلمین ہوتی جا رہی ہے اور دوسری طرف مخالفین کی گالیوں کا بھی تانتا بندھا ہوا ہے یہی وہ عظیم مجاہد تھے کہ اُن کے مرہدِ طریقت نے کسی اور ریاضت کی ضرورت نہ سمجھی بلکہ خلافت و اجازت کے ساتھ تمغہ امتیاز بھی بخش دیا کہ روز قیامت اگر احکم الحاکمین نے فرمایا

”آل رسول قمیرے لئے کیا لایا ہے؟ تو میں احمد رضا کو پیش کروں گا۔“

(3) علامہ ابن الجوزی صفة الصفوة میں حضرت سفیان بن عیینہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں

”ارفع الناس منزلة من كان بين الله وبين عباده وهم الانبياء والعلماء۔“

**ترجمہ:** لوگوں میں سب سے بلند درجہ وہ حضرات ہیں جو اللہ اور اُس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں یہ انبیاء ہیں اور علماء۔

ایک صحرا نشین، غلوت گزریں عابد مرتاض صرف اپنے کوتاہِ جہنم سے بچانے کی تدبیر کرتا ہے اور ایک قلعہ و بے ریا

صاحبِ ہمت و مجاہدہ عالم ربانی ایک جہاں کو عذابِ آخرت سے بچانے کی سعی کرتا ہے۔ بھلا یہ اس سے کم کیوں کر ہو سکتا ہے۔ یہ یقیناً اس سے افضل و اعلیٰ ہے بشرطیکہ جو کچھ کر رہا ہے اُس سے اس کا مقصود ذاتِ احد اور خوشنودیِ خدا و رسول ہو اور یہ شرط تو خلوت گزریں عابد مرئوس کے لئے بھی ہے۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

**ترجمہ:** یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ (پارہ ۲۸، سورۃ الحجۃ، آیت ۴)

(معارفِ رضا، شمارہ دہم)

یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ سن شعور سے لے کر تا وصال احیائے اسلام کے لئے نہ صرف مشکور ہے بلکہ عملی طور پر جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمنانِ اسلام کی سرکوبی فرمائی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بالمقابل بھی کوئی معمولی لوگ نہ تھے بلکہ وہ تو ہر طرح کے ہتھیاروں سے لیس تھے اور دنیوی اسباب کی انہیں کسی قسم کی کمی نہ تھی اور ادھر تہما مرد خدا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس وقت جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منظر پیش آیا۔ اپنے ایک شعر میں اسے یوں بیان فرماتے ہیں:

ہا دل گرے بجلی تر پے دھک سے کلیجہ ہو جائے

ہن میں گمنا کی بھیا تک صورت بھی کالی کالی ہے

یعنی ہا دل گرے تر پے اس کے خوف سے کلیجہ کانپ اٹھتا ہے، دل پر خوف چھا جاتا ہے کہ جنگل ویران میں ہوں۔ اس شعر میں بھی اپنے دور کی سیاسی اور مذہبی زبونی کا حال ظاہر فرمایا ہے اور ساتھ ہی اشارہ فرمایا ہے کہ اسلام کو مٹانے کے لئے کتنا ہولناک اور بھیا تک ماحول تھا کہ دل کانپ جاتا ہے اور خوف سے کلیجہ پھٹنے لگتا ہے۔ اس کی تصدیق وہی حضرات کر سکتے ہیں جنہیں اس تاریک ماحول سے واقفیت ہے۔

## سیاست کی پُر خار وادی

امام احمد رضا قدس سرہ کے دور کے سیاسی ماحول کا ایک مختصر خاکہ ملاحظہ ہو

آزادی کے متوالے شیعہ حریت پر پروانہ دار بنارہے ہونے کے لئے میدانِ عمل میں آگے بڑھ رہے تھے۔ ایسے تاریخ ساز لمحات میں بعض حضرات گاندھی کو ولیِ طاہت کرنے میں مصروف تھے مسلمانوں کے اس موذی دشمن کو مسجد و محراب میں لاکر منبر پر بٹھایا جا رہا تھا اسی دوران تحریکِ خلافت چلی اور اس کے ساتھ ہی تحریکِ ترکِ موالات کا بہت شہرہ ہوا اگرچہ



ان تحریکات میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا عبدالباری فرنگی پٹلی جیسے کئی مسلم رہنما پیش تھے مگر ان تحریکات کو گاندھی اور نہرو جیسے دشمن ہندو لیڈروں کی آشریاد حاصل تھی بھلا گاندھی کو خلافتِ اسلامی کے قیام سے کیا دلچسپی ہونی تھی وہ تو صرف خرمینِ اسلام کو جلا ہوا دیکھنا چاہتا تھا۔ ایسے عالم میں امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس طرح مبلغِ اسلامیہ کی راہنمائی کی اس کی ایک جھلک مشہور مورخ میاں عبدالرشید کی تحریر میں ملاحظہ کیجئے۔

آپ (اعلیٰ حضرت) کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدانِ سیاست میں نیشنلسٹ مسلمانوں کی سخت مخالفت کی۔ یہ وہ لوگ تھے جو ہندو مفادات کو تقویت پہنچا رہے تھے۔ حضرت بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف یہ تھا کہ کافروں اور مشرکوں سے مسلمانوں کا ایسا اشتراک عمل نہیں ہو سکتا جس میں مسلمانوں کی حیثیت ثانوی ہو۔ انہوں نے گاندھی اور دوسرے ہندو لیڈروں کو مساجد میں لے جانے کی مخالفت کی کیونکہ قرآن پاک کی رو سے مشرکین نجس اور ناپاک ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قائدِ اعظم کی طرح تحریکِ عدم تعاون اور تحریکِ ہجرت دونوں کے مخالف تھے کیونکہ یہ دونوں تحریکیں اس بڑے اعظم کے مسلمانوں کے مفادات کے منافی تھیں۔ حضرت بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہنا تھا کہ نیشنلسٹ مسلمانوں کی ابھی ایک آنکھ کھلی ہے انہیں چاہیے کہ وہ دونوں آنکھیں کھولیں یعنی ابھی وہ صرف انگریز کی مخالفت دیکھ سکتے ہیں ہندو کا تعصب اور عداوت نہیں دیکھ پائے۔ (جہانِ رضا مرتبہ مرید احمد چشتی ص ۱۴۰)

امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ انگریز دشمنی کے ساتھ ہندو دشمنی کے بھی قائل تھے۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کا دکھاوے کے لئے جب بھی ساتھ دیا تو ساتھ ہی ترک گاؤں کی کاوشی کا مطالبہ بھی کر دیا۔ تحریکِ خلافت اور پھر تحریکِ ترک موالات کے زمانے میں (۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۳ء) ترک گاؤں کی کاوشی کا مطالبہ بھی کیا گیا تو مسلم عمائدین نے سیاسی پلیٹ فارم سے اس کی تائید کر دی۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہندوؤں کے حقیقی عزائم کو بھانپ کر ان کی دکھاوے کی دوستی اور مسلم عمائدین کی ہندو نوازی کا بھرم کھول کر سلطنتِ اسلامیہ کے لئے راہِ ہمواری کی۔ تحریکِ آزادی ہند کے ایک دور میں بعض علماء ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کو ہجرت پر اکساتے رہے۔ اس ہجرت کا فائدہ ہندوؤں کو ہی پہنچا کسی ہندو نے ہندوستان نہ چھوڑا بلکہ یہ ملک چھوڑنے والوں کی جائیدادیں اونے پونے داموں میں خریدتے رہے اور جب یہ خود ساختہ مہاجرینِ ذلت و خواری کے بعد واپس آئے تو ان کے لئے گھر اور گھاٹ دونوں کا تصور خواب بن چکا تھا۔

۔ چھپے ایسے تو بدلا ہوا زمانہ تھا ۔

رسالہ اعلام الاعلام، انفس الفکر فی قربان البقر اور وام العیش میں ان ہی مسائل کے بارے میں

بحث ملتی ہے۔ امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترکی کے حکمران کی حالت چھپی نہ تھی۔ وہ اسے سلطان تو سمجھتے تھے مگر خلافت اسلامیہ کے سربراہ ہونے کے ناٹے خلیفہ المسلمین ماننے کو تیار نہیں تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک شریعت اسلامیہ میں خلیفہ اسلام کے لئے شرائط اور ان کی اتباع و حمایت کے احکام جدا جدا تھے۔ قدرت نے حضرت بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف کی اس طرح تائید کی کہ ہندوستانی علماء کو گاندھی کو ساتھ ملا کر نام نہاد خلافت کے لئے جدوجہد کرتے ہوئے اسلام کے بہت سے بنیادی اصولوں سے روگردانی کرتے رہے اور ادھر ترکی کے اندر مصطفیٰ کمال پاشا نے باطل قوتوں کے خلاف اور خون کے عبور کرتے ہوئے ترکی کی نشاطِ غائبیہ کی بنیاد رکھ دی اور خود ہی خلافت کے خاتمہ کا اعلان کر دیا۔ کمال اتاترک کا یہ اعلان اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی بصیرت، سیاسی پختگی، دینی استواری اور مستقبل بینی کا نین ثبوت تھا یوں معلوم ہو رہا تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسلمانوں کی بہبودی کے لئے تدابیر خدا کی تقدیر کا ہڈ تو لئے ہوئے تھیں کہ

۔ دھلتے ہیں مری کار کہ فکر میں انجم لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان

جب سورج چمکنے لگتا تو اس کی روشنی کو کم کرنے کے لئے سائے منڈلانے لگتے ہیں مگر وہ اس حقیقت سے بے خبر ہوتے ہیں کہ

۔ سورج کا ہے کام چمکتا سورج آخر چمکے گا

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامدین اور معاندین نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہندو دشمنی اور گستاخانہ عبارات پر ان کو نوکنے کی پاداش میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر انگریز دوستی کا الزام عائد کر دیا۔ جب اس الزام کی نوعیت اور اس سے متعلق امور کا جائزہ لیا گیا تو یہ عاشقِ رسول ﷺ دوسرے تمام حریت پسندوں سے بڑھ کر انگریز دشمن ثابت ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاج آشنا سید الطاف علی بریلوی اس صورت حال کا یوں جائزہ لیتے ہیں۔

سیاسی نظریے کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلاشبہ حریت پسند تھے۔ انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی۔ شمس العلماء قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں یا مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔ والیانِ ریاست اور حکامِ وقت سے بھی قطعاً راہ و رسم نہ تھی۔ (گناہ بے گناہی، صفحہ ۴۳)

اور ڈاکٹر سید الطاف حسین کے لفظوں میں ”تاریخ میں اس سے بڑا جھوٹ کبھی نہ بولا گیا ہو کیونکہ حقیقت اس کے قطعاً

برعکس تھی۔

## بد مذہبی محاذات

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کو زندگی میں جن محاذات سے ہی سے مقابلہ رہا ان کی مختصر وندا حاضر ہے۔

### (1) مرزائی قادیانی محاذ

انگریز کا خود کاشتہ پودا قادیانیت کی صورت میں زمین میں جڑیں پکڑ رہا تھا۔ انگریز کی حکومت ہر ممکن طریق سے قادیانیت کو نواز رہی تھی تاکہ مسلمانوں کی مرکزیت یعنی عشق رسول ﷺ ٹھوس توڑ جائے۔ ناجبھی یا کم نہی کی بناء پر بعض دیوبندی اور احمدیہ علماء کی تحریریں بھی ان کو جواز مہیا کر رہی تھیں۔ اس دور پہ آشوب میں امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف "الجرار الدیانی علی المروند القادیانی" (۱۳۰۰ھ) قول فیصل بن کر طلوع ہوئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باکب درانے قادیانیت کے ایوانوں میں لرزہ طاری کر دیا اس کے علاوہ السوء والعقاب (۱۳۲۰ھ) المیس حسہ المیس (۱۳۲۱ھ) اور فہم الدیان علی موند بقادیان جیسے علمی و فقہی شہ پارے تخلیق کر کے ثابت کر دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی اور مجدد تو کجا ایک عام انسان کے معیار پر بھی پورا نہیں اُترتا۔ ایسے عالم میں جبکہ حکومت وقت قادیانیوں کو زبردست مسلمان قرار دینے پر تلی ہوئی ہوا اور عامۃ الناس بھی انگریز کے اس فرزند کے سیاسی مضمرات سے غیر آگاہ ہوں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریروں نے بے شمار بھولے بھٹکے مسلمانوں کو پھر سے جادہ حق پر گامزن کر کے عشق سلطانِ عالمین ﷺ کی دولتِ لازوال سے بہرہ ور کر دیا۔

### (2) مذہبی محاذ وہابی دیوبندی

امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دشمن ترین مسئلہ اپنے اسلاف کے مسئلہ عقائد و نظریات کی تبلیغ و ترویج تھی۔ قدرت ان کو ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کی پاسداری کے لئے منتخب کر چکی تھی۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو عشق کے بندے تھے وہ کسی کو چھیڑنا یا کسی کی دل آزاری کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن جہاں ناموسِ رسالت مآب ﷺ خطرے میں ہو، جہاں حضور ﷺ کی شخصیت کو شخ کرنے کے لئے مختلف جھگڑے آزمائے جارہے ہوں، جہاں حضور ﷺ کی ذات، آپ ﷺ کی نورانیت، بے مثال بشریت، علم غیب کو باز مچھ اطفال بنا کر ریک عبارت لکھی جا رہی ہوں، جہاں حضور ﷺ کے خصائص و فضائل سے انکار کیا جا رہا ہو، جہاں حضور ﷺ کے محاسن قدسی کو نشانہ بنانے کے لئے بے محل تراکیب اور توجہن آمیز تشبیہات و استعارات سے کام لیا جا رہا ہو۔ وہاں آقائے دو عالم افتخارِ آدم و بنی آدم حضور ﷺ کا یہ غلام کہ جسے



عبدالمصطفیٰ ہونے کا دعویٰ تھا کہ تک خاموش رہتا اور کیوں خاموشی اختیار کرتا؟ اگر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہتے تو ان کی خاموشی منافقت اور مصلحت اندیشی کا دوسرا نام ہوتی۔ وہاں تو آتش نمرود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کردار ظلیل کے لئے آمادہ کر رہی تھی کہ

یہی حکم ازاں اب امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقدر بن چکا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گالیاں کھائیں، مخالفین نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بدعتی اور مشرک ہونے کے فتوے کی بوجھاڑ کر دی، شیعہ کے گھروں کے مکیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سخت دشمن تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کو مسخ کیا جا رہا تھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پکجہریوں میں مقدمے چلائے جا رہے تھے، دشمنوں نے انگریزی قوانوں میں رپورٹ لکھوا دی تھی کہ

۔ اکبر نام لیتا ہے خدا کا نامی زمانے میں

مگر اس مرحلے پر آزما کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ گالیوں کو خراج وصول کرتا رہا، اخبار کی تنگباری پر مسکراتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ تمام ابتلائیں حق مصطفیٰ ﷺ کے بالاتری کے نام پر اس پر نازل ہو رہی تھیں اب فقط مدافعت کا وقت نہیں رہا تھا بلکہ حریفوں کے قلعوں پر ضرب کاری لگانے کا وقت تھا۔ سلطانِ دو عالم ﷺ کی محبت اس پر سایہ لگن تھی، رحیمہ خداوندی شامل حال تھی۔ اس نے زبان سے ڈھال اور قلم سے تلوار کا کام لیا اور تمام باطل قوتوں کو لٹکارتے ہوئے کہا

عظمت و شانِ مصطفیٰ ﷺ کو اجاگر کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے عاشقِ رسول ﷺ ہونے کا حق ادا کر دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خصائصِ مصطفویٰ ﷺ اور مقاماتِ نبوت کے نام پر درجنوں کتب تصنیف کیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں اور متاثر علماء نے بے شمار مناظرے کئے مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہیں بھی سو قیامت یا ایک زبان استعمال نہیں کی البتہ اس زبان پر ضرور اعتراض کیا جو حضور ﷺ کے بارے میں اخبار نے استعمال کی۔

(3) مذہبی محاذِ روافض

قادیانیت اور گستاخانِ رسول ﷺ کا تعاقب جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رافضیوں اور

خارجیوں کے نظریات پر بھی قرآن و سنت کی روشنی میں مثبت تنقید کی۔ اشاعری حضرات جب اہل بیت کے نام پر عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کی ہمدردیاں حاصل کر رہے تھے اور ڈرتا تھا کہ یہ فتنہ ملیح احناف کی صفوں میں رخنہ اندازی کا باعث نہ بن جائے۔ اس مقصد کی خاطر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رد البرصۃ (۱۳۲۰ھ) الادلۃ الطاعنہ (۱۳۰۶ھ) اور رسالہ تعریضہ داری (۱۳۲۱ھ) تصنیف فرمائے۔ ان کتب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیعہ حضرات کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے ان کی رسوم اور بہت سے عقائد کو دہنِ مصطفیٰ ﷺ سے متصادم قرار دیا۔ شیعہ حضرات کی اصلاح کے لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور بھی کئی رسائل لکھے۔ اس ضمن میں بعض رسائل اہلسنت و جماعت کی اصلاح عقائد کے لئے تحریر فرمائے کہ اور کوئی تحریک اصلاح کے پروے میں ان کی تخریب کا سامان مہیا نہ کر دے۔

### رات بہت سے جاگے صبح ہوئی آرام کی

کے مصداق غفلت کی نیند سو رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاروانِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے ہدیٰ خوان کا کردار ادا کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ صرف اُن کفریہ عبارات کا رد کیا بلکہ سلطانِ دو عالم ﷺ کے مقام و مرتبہ اور خصائل و فضائل واضح کرنے کے لئے درجنوں تحقیقی اور تاریخی کتب تصنیف فرمائیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نعتیہ مجموعہ حدائقِ بخشش عشقِ حضور ﷺ کی کامل دستاویز ہے۔ عشقِ رسول خدا عزوجل ﷺ کے ضمن میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدترین مخالف بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رسول خدا عزوجل ﷺ محبت کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے توشہ آخرت جانتے تھے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر جناب اشرف علی تھانوی (دوبندی) کا اظہارِ تعزیت اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشقِ رسول ﷺ کے جذبہ کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہے کہ میرے دل میں احمد رضا کا بے حد احترام ہے وہ ہمیں کافر کہتا ہے لیکن عشقِ رسول ﷺ کی بناء پر کہتا ہے کسی اور غرض سے تو نہیں کہتا۔ (چنان لہ بور، ۱۲۳۰ھ، اپریل ۱۹۶۱ء)

خلاصہ یہ کہ وہ ایک فرد واحد تھا مگر پوری ملت کا ترجمان وہ ایک مرد حق تھا مگر پوری ملیح اسلام کے عقائد کا پاسبان، غوثِ الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پرچم بردار، امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک کا پاسدار، غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تہذیب کا افتخار، رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرہ کشائیوں کا استدار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیمات کا شارح، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ تجدید کا آئینہ دار، امام فضل حق خیر آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حق گوئی کا علمبردار اور علامہ کفایت علی کافی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشقِ رسول ﷺ کا ڈر شاہوار تھا۔ اس کا اپنا کوئی نہیں تھا وہ تو عمر بھر عظمت و شانِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے مصروفِ جہاد رہا، وہ کسی نئے فرقے کا بانی نہیں تھا بلکہ وہ تو زندگی کی آخری

ساتوں تک اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے محمول رہا۔ وہ کسی جدید نظریے کا خالق نہیں تھا بلکہ اس کے دل کی دھڑکتیں سکینہ خضراء کی نورانی طلعتوں سے حیاتِ نو پختی رہیں مگر اس کے باوجود اس کا نام برصغیر پاک و ہند میں ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں سلیب کا اظہار اور عشقِ رسالتِ مآب ﷺ کا اعزاز بن چکا ہے۔ اب وہ محض ایک شخص نہیں رہا بلکہ اس کا نام نیلے پوری صدی کی داستانِ عشق و عقیدت کا ایک ایک ورق ہماری عقیدتوں کا خراج لے کر اس کے وجودِ جاہل کو پوری صدی پر محیط کر دیتا ہے۔

## دیگر مذہبی محاذات

یہ محاذات جن کا فقیر نے مختصر گفتگوں میں ذکر کیا ہے جو بین الاقوامی طور پر مشہور ہیں پھر ان کی ذیلی ٹولیس کو دیکھا جائے تو وہ بھی درجنوں نظر آئیں گی ان کے علاوہ دیگر چھوٹے چھوٹے محاذ بھی ملک میں قائم ہوئے جو بظاہر تو چھوٹے تھے لیکن قوت و طاقت کے لحاظ سے بڑے مضبوط اور موٹے تھے مثلاً ندوہ کا فتنہ، مجیدہ تعظیسی کا فتنہ اور غلط مسائل و عقاید فاسدہ کا فتنہ مثلاً ایک جماعت نے کہہ دیا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ علی الاطلاق افضل نہیں یا پھر پرستوں کے ایک گروہ نے کہہ دیا کہ سیدنا احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں وغیرہ وغیرہ۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے خدا وادِ صلاحیت سے تمام فتنوں کو نہ صرف دبا دیا بلکہ انہیں مٹا کر رکھ دیا۔

## حاسدین کی بھرمار

میرے نزدیک انسان کو سب سے زیادہ دکھ حاسدین سے ہو چلتا ہے بالخصوص جتنے مراتب بلند ہوں حاسدین بھی اسی قدر زیادہ ستاتے ہیں چنانچہ یہی کیفیت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کو پیش آئی۔ خود فرماتے ہیں

۔ اک طرف امدائے دین اک طرف ہیں حاسدین  
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درو

## خدمات

ظاہر ہے جو کسی محاذ میں مقابلے پر آئے تو اسے سخت خدمات کا سامنا ہوتا ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کو بھی محاذات میں خدمات کا سامنا ضروری تھا سب کو بیان کروں تو اس کے لئے دفتر چاہئیں۔ نمونہ کے طور پر ایک واقعہ پیش کروں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاسدین کی طرف سے صدمہ پہونچا۔



جناب سید الطاف علی بریلوی اپنی آنکھوں دیکھا حال تحریر فرماتے ہیں کہ

خود مولانا صاحب کے یہاں ۱۲ ربیع الاول کو خاص الحاح سے مہلت دہوتی جس میں یہ قاعدہ تھا کہ داڑھی رکھنے والوں کو تبرک کا ڈبل حصہ اور بے داڑھی والوں کو ایک حصہ دیا جاتا۔ کم عمری کی وجہ سے میں بے ریش و برود تھا اس لئے مجھ کو بھی وہی حصہ ملتا تھا۔ مولانا کے مدرسہ میں قرب و جوار کے طلباء کے علاوہ آسام، بنگال، پنجاب، سرحد، سندھ اور افغانستان تک کے تشنگانِ علوم دیکھ پڑھتے تھے۔ جنہیں کسبِ درسی اور قیام و طعام کی سہولت مہیا کی جاتی، بکثرت طالب علم شہر کی مساجد کی امامت کرتے، انہیں کے حجروں میں قیام کرتے اور اہل محلہ اُن کے کفیل ہوتے تھے۔ بعض ذہین طلباء شہر کے بازاروں میں آریہ سماجیوں اور عیسائی مشنریوں سے آئے دن مناظرے بھی کرتے تھے۔ ایک دارالافتاء بھی تھا جو استفتاؤں کی روشنی میں ملک کے طول و عرض میں فتوے ارسال کرتا، مسلمانوں کے باہمی تنازعات کو بھی شرع شریف کی رو سے طے کرایا جاتا اور ہزاروں لوگ مقدمہ بازی کی تباہ کاریوں سے بچ جاتے۔ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمتِ روحانی اور اُن کے فیصلوں کو بے چون و چرا مخالف فریق تسلیم کرتے تھے۔ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ بعد نماز عصر مسجد کے شمال مشرقی حصہ میں جہاں ایک سایہ دار درخت بھی تھا تشریف فرما ہوتے۔ اس مجلس میں حاضری کی اجازت عام ہوتی، بلا روک ٹوک ہر شخص سوال کر سکتا تھا۔ یہ ہر کسبِ صحبت مغرب کی اذان تک جاری رہتی۔ مولانا صاحب کی اس مسجد میں جمعہ کے روز بھی خاصی بھیڑ بھاڑ اور رونق ہوتی جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نماز کے لئے ساڑھے تین بجے کا وقت مقرر تھا سارے شہر کے وہ حضرات جو اپنے غلوں کی مسجد میں کسی مجبوری سے بروقت نماز نہ پڑھ سکتے وہ یہاں آ جاتے۔ مولانا کے ہی ایک مرید مانزائے کے قریب گلی حکیم وزیر علی کی ایک چھوٹی سی مسجد میں ساڑھے بارہ بجے نماز جمعہ پڑھاتے تھے جس میں ایسے تمام لوگ آتے جنہیں ریل کے سفر یا کسی اور مجبوری کے باعث جلد نماز جمعہ سے فارغ ہو جانے کی ضرورت ہوتی تھی۔

مولانا مالی اعتبار سے بہت ذی حیثیت تھے۔ معقول زمینداری تھی جس کا تمام تر انتظام ان کے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خاں صاحب کرتے تھے۔ مولانا کے اہل خاندان کے محلہ سوداگراں میں بڑے بڑے مکانات تھے بلکہ پورا محلہ ایک طرح سے انہیں کا تھا۔ محلہ کے چاروں طرف ہندوؤں کی زبردست آبادی تھی کوئی ایک راستہ بھی ایسا نہ تھا جس کے ہر دو جانب کثیر التعداد ہندو نہ رہتے ہوں لیکن مولانا صاحب کا وقار جلال کچھ اس طرح کا تھا کہ ہندو مسلم فسادات کی سخت کشیدہ فضا میں بھی کبھی کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آیا۔ تقسیم ملک کی ہولناکیوں کا دور بھی گزر گیا اور اُن کے

چھوٹے صاحبزادے جناب مصطفیٰ رضا خاں صاحب اور جملہ اعزہ و متوسلین بخیر و عافیت رہے۔ جسے میں قوت ایمانی اور

### دشمن اگر قوی است لگھیاں قوی ترست

کا ایک نادر کرشمہ خیال کرتا ہوں۔ سیاسی نظریہ کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلاشبہ حریت پسند تھے انگریز اور انگریزی حکومت سے ولی نفرت تھی۔ شمس العلماء قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں و مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔ والیاں ریاست اور حکام وقت سے بھی مطلق راہ ورسم نہ تھی بلکہ بقول الحاج سید ایوب علی صاحب مرحوم (جن کو ۲۶ سال تک پیش کار رہے کا شرف ملا) حضرت مولانا ڈاک کے لفافے پر ہمیشہ اَلْناکث لگاتے تھے یعنی ملکہ و کنویریہ، ایڈورڈ ہفتم اور جارج پنجم کے سر پہنچے۔ اسی طرح حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عہد تھا کہ وہ کبھی انگریز کی عدالت میں نہ جائیں گے۔ اس کا سب سے زیادہ مشہور واقعہ جو میرے مشاہدہ میں آیا علمائے بدایوں سے نماز جمعہ کی اذان طانی نزد منبر یا محن مسجد میں ہو، کے مسئلہ پر اختلاف تھا جس کی بناء پر مقدمہ بازی تک نوبت پہنچی۔ اہل بدایوں مدعی تھے اور انہوں نے اپنے ہی شہر کی عدالت میں استغاثہ دائر کیا تھا۔ مولانا صاحب کے نام سے سمن آیا اس پر حاضر نہ ہوئے تو احتمال گرفتاری کی بناء پر ہزاروں عقیدت کیش مولانا صاحب کے دولت خانہ میں جمع ہو گئے۔ نہ صرف جمع ہوئے بلکہ آس پاس کی سڑکوں اور گلیوں میں باقاعدہ ڈیرے ڈال دیئے۔ دن رات اس عزم کے ساتھ چوکی ہونے لگی کہ جب وہ سب اپنی جائیں قربان کر دیں گے تو قانون کے کارندے مولانا کو ہاتھ لگا سکیں گے۔ فداکاروں اور جانثاروں کا ہجوم جب بہت بڑھ گیا اور محلہ سوداگراں میں جل دھرنے کو جگہ نہ رہی تو گھنی آبادی سے دور مسجد نو محلہ کے قریب ایک کوٹھی میں حضرت کو خنجر کر دیا گیا۔ اس کوٹھی کے سامنے گورنمنٹ ہائی اسکول کا نہایت وسیع کھانا ڈھ تھا۔ جس میں کئی لاکھ آدمی ساکت تھے اسی کشاکش کے دوران بدایوں کی پچھری میں مقدمہ کی پیشیاں ہوتی رہیں جن میں بکثرت لوگ بریلی سے بھی جاتے تھے۔ اہل بدایوں کا بھی خاص اجتماع ہوتا ایک دوسرے کے بالقابل ٹیمپ لگتے اور ہر لمحہ باہمی تصادم کا خوف رہتا۔ ایک پیشی کے موقع پر میں بھی اپنے چچا صاحب کے ہمراہ گیا تھا اور وہاں پہلی اور آخری بار میں نے اس دور کے مشہور ماہر قانون جناب حشمت اللہ باریٹ لاء کو دیکھا یہ سرسید کے دوست تھے۔ ۱۸۹۲ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس ہفتم دہلی کے صدر ہوئے۔ فی الوقت میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ مولوی حشمت اللہ صاحب ہی کی کوشش سے مقدمہ نہ ہو کر اس طرح خارج ہو گیا کہ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آن قائم رہی یعنی وہ ایک مرتبہ بھی حاضر عدالت نہ ہوئے اور نہ انہوں نے



زبانی یا تحریری کسی قسم کی معذرت خواہی کی کیونکہ بعد ازاں انتہائی پیمانہ پر مبارک باد یوں کا سلسلہ کئی ہفتے جاری رہا۔ محلہ محلہ اور کوچہ کوچہ سے جلوس نکل کر سڑکوں پر اس طرح گشت کر کے مولانا صاحب کے دولت کدہ پر پہنچتے کہ چمڑکاؤ ہوتا جاتا، گلاب پاشی ہوتی اور میلا دخانوں کی ٹولیاں گلوں میں ہار ڈالے جموم جموم کر جوش و خروش کے ساتھ خود مولانا کا نعتیہ کلام بلا غصہ نظام پڑھتے جاتے، مٹھائی اور ہار پھولوں کی خوان پوش سینیاں بھی جاتیں جو منزل مقصود پر حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں پیش کر دی جاتیں۔ حضرت ان سب چیزوں کو جمع میں تقسیم کر دیتے۔

## دوسرا واقعہ

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا تاریخی اہمیت رکھنے والا واقعہ تحریک خلافت و ترکیب موالات کے تحت ہندو مسلم اتحاد یعنی ہندوستان میں ہر دو اقوام کی متحدہ قومیت کی تحریک کی پُر زور مخالفت تھی۔ اُس وقت صورت یہ تھی کہ جنگ طرابلس و بلقان المیہ مسجد کانپور اور پہلی جنگ عظیم میں سلطنتِ ترکی کی مکمل تباہی نے عامۃ المسلمین کو انگریزوں سے حد درجہ بدظن کر دیا تھا۔ ہندو بھی بعد از جنگ حکومت کی جانب سے موجودہ حکومت کو خود اہمیت دینے جانے اور جلیانوالہ باغ کے ہولناک قتل عام کی وجہ سے سخت مشتعل تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزوں کے خلاف تحریک ترکیب موالات اور تحریک خلافت زور و شور سے شروع ہو گئی جس میں ہندو اور مسلمان متفقہ طور پر بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ ہندو مسلم بھائی بھائی اور متحدہ قومیت کا جذبہ اس قدر عروج کو پہنچ گیا تھا کہ آریہ سماجی لیڈر شرما دھاندھی جیسے اسلام دشمن کو جامع مسجد دہلی میں تقریر کے لئے لاکڑا کیا گیا۔ انگریز دشمنی میں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا مولانا احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے قبیضین بھی کسی سے پیچھے نہیں تھے۔ لیکن اُن کے یہاں ہندو دوستی بھی پسند نہیں کی جاتی تھی اور وہ مشرکین سے موالات کو مسلمتِ اسلامیہ کے لئے خود کشی کے مترادف سمجھتے تھے لہذا اُن کی جانب سے مخالفت کا زبردست دھماکہ ہوا ایسا دھماکہ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی گونج دور دور تک پہنچ گئی۔ مولانا کو یقین تھا کہ مسلمان ہندو قومیت میں ضم ہو گئے تو نہ صرف اُن کا دین و ایمان خراب ہو جائے گا بلکہ اُن کا سیاسی مستقبل بھی تاریک ہو جائے گا۔ انگریزوں کے جانے کے بعد جو جمہوری نظام حکومت قائم ہوگی اور مذہبی بنیاد پر اکثریت و اقلیت کا تعین ہوگا۔ اس میں مسلمانوں کی نمائندگی برائے نام رہ جانے کے باعث وہ اپنی قومی و ملی شخصیت سے بالکل محروم ہو جائیں گے۔ اُن کا مذہب، کلچر اور زبان سب فنا کے گھاٹ اُتر جائیں گے۔ اسی تاثر کے تحت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کی جماعت اہلسنت کے ارکان و اکابر نے ہندوستان کے طول و عرض کے دورے کئے، گھر گھر پیغام حق پہنچایا، کانگریسی مسلمانوں بالخصوص جمعیۃ العلماء ہند اور فرنگی مہلی علماء سے بڑے بڑے معرکہ مناظرے اور مقابلے ہوئے اور یہ اُن کی حق گوئی کا نتیجہ تھا کہ چند سال نہ گزرنے پائے تھے کہ ہندو مسلم موالات کا ظلم ٹوٹ گیا، روزمرہ کی زندگی اور



سرکاری و نیم سرکاری محکموں میں ہندوؤں کی جارحانہ بالادستی اور خود غرضی کھل کر سامنے آگئی۔ شدمی سنگھٹن کی قابلِ فطرت تحریک نے بھی جنم لے کر آنا فانا ہولناک صورت اختیار کر لی بظاہر غیر متعصب ہندو کانگریسی رہنماؤں کی مسلم دوستی کی بھی نہرو رپورٹ کی شکل میں حقیقت عیاں ہو گئی۔

ان حقائق کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو دو قومی نظریہ پیش کیا تھا اس کو پورے زور و شور کے ساتھ عملی جامہ حضرت مولانا احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے عقیدت کیثوڑوں نے پہنایا، بعد ازاں محمد علی جناح نے ۱۹۳۶ء سے اس نظریہ کو نہایت منظم بنیادوں پر پایہ تکمیل کو پہنچایا اور پاکستان وجود میں آیا۔

بہائی ز حیات من آشفته چہ پر سندا! مرگے است کہ از ہستی جاوید پیام است  
(ماہنامہ ترجمان لائٹانی علی پور شریف)

### خاتمہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے قلمی جہاد کی برکت ہے کہ آج سنی مذہب بہر وہیوں کے مکر و فریب سے محفوظ ہیں بلکہ یہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ہے کہ جو بھی کہیں بھی مسائل و عقائد اہلسنت سے سرشار ہے اُسے مخالفین بریلوی کہتے ہیں اگرچہ وہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام تک نہیں جانتا بلکہ فقیر نے آنکھوں سے ایسے بھی دیکھے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے دشمنی کا اظہار کرتے ہیں جب بھی مخالفین کے اس لقب سے نہیں بچ سکتے۔

دورِ حاضرہ میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق کے خلاف تحریک چلائی جا رہی ہے کہ بریلوی مکتبہ فکر کے لوگ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف اپنی تحقیق کو ترجیح دیں لیکن یہ بھی اپنا نقصان کریں گے اور آخرت میں رسوا ہوں گے لیکن اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام زندہ اور تابندہ رہے گا۔

۔ جب تک آسمان پر چاند رہے گا اعلیٰ حضرت چمکتا رہا نام رہے گا

۔ سید کا بھکاری الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۲۷ محرم ۱۴۲۳ھ

بہاول پور۔ پاکستان